تقریب بین المذاهب الاسلامیہ

محمد سرور

قاهره میں تقریباً سوله برس سے '' جماعة التقریب بین المذاهب الاسلامیة'' کے نام سے ایک جماعت قائم ہے - اس کے صدر (رئیس) ایک زمانے میں محمد علی علوبه پاشا تھے - جو پاکستان میں مصر کے سفیر رہ چکے ہیں، اسی زمانے میں اس جماعت کے نائب صدر (نائب الرئیس) شیخ الازهر الشیخ عبد المجید سلیم تھے - اور ان کے ساتھ جماعت مذکور کے سیکرٹری جنرل ایک مشہور شیعه عالم الشیخ قمی تھے - یه جماعت ایک ماهنامه '' رسالة الاسلام '' کے نام سے بھی نکالتی ہے -

''رسالة الاسلام'' کا ربیع الثانی ۱۳۷۱ھ (جنوری سنه ۱۹۵۲ء) کا ایک شماره جو اس کے چوتھے سال کا پہلا پرچه ہے ، اس وقت ہمارے سامنے ہے - اس کے سرورق پر رسالے کے نام کے اوپر قرآن کریم کی حسب ذیل آیت مرقوم ہے -

ان هذه أمتكم امة واحدة وانا ربكم فاعبدون

یه رساله '' دار التقریب بین المذاهب الاسلامیه بالقاهره '' سے شائع ہوتا ہے - اس کے ایڈیٹر (رئیس التحریر) جامعه ازهر کے ایک عالم شیخ محمد محمد المدنی ہیں - اس رسالے کے پیش نظر شمارے میں تفسیر القرآن الکریم پر شیخ محمود شلتوت کا ایک مضمون ہے - شیخ موصوف بعد میں جامعه ازهر کے شیخ اکبر یعنی '' ریکٹر '' مقرر ہوئے تھے - ایک مضمون میں محمد علی علوبه پاشا رئیس جماعة التقریب نے پاکستان میں عربی زبان کی نشر و اشاعت کی ضرورت بتائی

ہے۔ ایک بڑا اہم مضمون لبنان کے ایک شیعہ عالم شیخ محمد جواد مغنیہ رئیس محکمہ شرعیہ جعفریہ بیروت کا '' الاجتہاد فی نظر الاسلام '' کے عنوان سے ہے۔ ایک اور شیعہ عالم عبد الحلیم کاشف الغطاء کا '' تقریب الاقطار الاسلامیہ '' کے عنوان پر مضمون ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

'' تقریب بین المذاهب الاسلامیہ '' سے مراد مختلف اسلامی فرقوں اور فقہی مسالک کو ایک دوسرے سے قریب کرنا ہے۔ اس جماعت کا مقصد خود اس کے قانون اساسی کے الفاظ میں یہ ہے۔

(۱) العمل علی جمع کلمة ارباب المذاهب الاسلامیه " الطوائف الاسلامیه " الذین باعدت بینهم آراء لا تمس العقائد التي يجب الايمان بها۔

(اصحاب مذاہب اسلامیہ یعنی اسلامی فرقوں کو متحد کرنے کی کوشش کرنا - جنہیں ایسے افکار و آراء نے ایک دوسرے سے دور کر دیا ہے جن کا ان عقائد سے تعلق نہیں ، جن پر ایمان لانا واجب ہے) -

(۲) نشر المبادی الاسلامیة باللغات المختلفة و بیان حاجة المجتمع الی الاخذ بها۔

(مختلف زبانوں میں اسلامی اصول و مبادی کی نشر و اشاعت اور اس امر کی وضاحت کہ آج معاشرے کو یہ اصول و مبادی اختیار کرنے کی کس قدر ضرورت ہے) -

(۳) مسلمانوں کے دو گروہوں یا فرقوں میں ممکنہ نزاعات کو دور کرنے کی کوشش کرنا اور ان کے درمیان موافقت پیدا کرنا۔

حال ہی میں قاہرہ کے کثیر الاشاعت ہفت روزہ '' المصور'' نے اپنے جنوری سنہ ۱۹۶۰ء کے شمارے میں اس مسئلے کے متعلق کہ مختلف اسلامی فرقوں اور فقہی مسالک کو ایک دوسرے سے قریب لانے بلکہ انہیں متحد کرنے

کے کہاں تک امکانات ہیں ، بعض اہل علم کے خیالات چھاپے ہیں ' ان صفحات میں ہم ان کا خلاصہ دے رہے ہیں ۔

جامعہ ازہر کے کلیۃ الشریعۃ (لا کالج) کے استاد الشیخ محمد محمد المدنی نے جو '' جماعۃ التقریب بین المذاہب الاسلامیۃ '' کے اسسٹنٹ سیکریٹری (سکریٹر مساعد) ہیں ، بڑی تفصیل سے جماعت مذکور کے قیام اور اس کی سرگرمیوں کی تاریخ بیان کی ہے اور بتایا ہے کہ یہ جماعت گزشتہ پندرہ سالوں سے مذاہب الاسلامیہ کو ایک دوسرے سے قریب لانے کا کام کر رہی ہے ۔ صاحب موصوف نے اس بارے میں کہا :—

''جو حضرات اس جماعت کے نگران کار رہے ہیں، وہ مسلمانوں کے مختلف مذاہب و فرق کے نمائندے تھے ۔ جیسے مثال کے طور پر شیخ محمد الحسین ال کاشف الغطاء عراق کے شیعہ عالم ، شیخ عبد المحسن شرف الدین الموسوی لبنان کے شیعہ عالم ، شیخ محمد حسین بروجروی ایران کے شیعہ امامیہ کے رہنما اور شیخ محمد تقی القمی یکے از علمائے شیعہ ایران ۔ اور یہی آخر الذکر بزرگ تھے جنہوں نے سب سے پہلے اس جماعت کو قائم کرنے کی دعوت دی تھی ۔ اس ''جماعۃ التقریب بین المذاہب الاسلامیہ'' کی سرگرمیوں میں جامعہ ازہر کے بہت سے شیوخ و اساتذہ بھی برابر شریک رہے ۔ اس ضمن میں خود جامعہ ازہر نے یہ کیا کہ اپنے ''کلیۃ الشریعۃ'' میں شیعہ امامیہ و زیدیہ کے مذہب کو نصاب تعلیم میں داخل کر لیا ، اور اسی طرح جامعہ ایران نے اپنے کلیۃ المعقول و المنقول میں جو ہمارے ہاں کے کلیۃ الشریعۃ کی طرح ہے ، اہل سنت کی فقہ کو نصاب تعلیم میں داخل کیا ۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ جماعت مختلف مذاہب اسلامیہ کے علماء سے جو دور دراز ملکوں میں بکھرے ہوئے ہیں' رابطہ قائم کرنے میں ایک حد تک کامیاب ہوئی ہے ۔ اور اس کی کوششوں کا نتیجہ تصنیف و تالیف اور اپنا ایک مجلہ نکالنے کی صورت میں جو اس کی دعوت کا حامل ہے ، سامنے آچکا ہے ۔

شیخ محمد محمد مدنی کے نزدیک مذاہب اسلامیہ کے درمیان تقریب کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ فقہ اسلامی پر کوئی زد پڑے ۔ اور نہ اس

سے مقصد مذاہب اسلامیہ کو ایک دوسرے میں مدغم کرنا ہے۔ کیونکہ موصوف کے الفاظ میں "میری رائے میں ہمارے فقہی اختلافات ایک قابل فخر چیز ہیں اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ہمارے دین کا موقف اجتہاد اور استنباط کا ہے۔ اور یہ کہ وہ آزادی رائے (حریۃ الفکر) میں جو اللہ کی انسان کو عطا کردہ نعمتوں میں سے سب سے بڑی نعمت ہے، رکاوٹ نہیں ڈالتا۔ نیز جماعت مذکور مذاہب اسلامیہ میں جس قسم کی قربت چاہتی ہے دین اسلام اس کی اجازت دیتا ہے"۔

شیخ موصوف نے کہا کہ قاہرہ میں اس جماعت کا جو مرکز ہے اسے "تقریب بین المذاہب الاسلامیہ" کے فکر کا اسلامی مرکز بنانا چاہئے تاکہ جتنے بھی اس فکر کے ماننے والے ہیں ان سب کی کوششوں کا یہاں اتحاد ہو اور ان کے فقہی مباحث و آراء نرمی و سلامت روی سے خالص علمی فضا میں صحیح اسلامی قواعد کی روشنی میں باہم ملیں۔ اس صورت میں مسلمانوں پر ان اسباب کا انکشاف ہوگا جو عقائد دینی اور احکام شرعی کے بارے میں ان میں اختلافات کا باعث بنے۔ اس کے بعد وہ اس قابل ہو سکیں گے کہ ان اختلافات سے پوری ذہنی بیداری اور احتیاط کے ساتھ عہدہ برآ ہو سکیں اور ان کے متعلق صحیح رائے پر پہنچ سکیں جس کی طرف منطق اور دلیل رہنمائی کرتی ہے۔

ڈاکٹر احمد شرباصی استاد جامعہ ازہر نے اس مسئلے پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا:— "جہاں تک دین کے اصول، اس کے اساسی قواعد اور اللہ کی کتاب اور اس کے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کی صحیح اور "متواتر" سنت کے جو منصوص فرائض ہیں، ان کے بارے میں تمام مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ البتہ اس ضمن میں جو اختلافات ہیں، وہ کسی مسئلے کے متعلق ایک سے زیادہ رائیں ہونے اور جزئیات و فروع اور طریقہ ہائے تطبیق کے سلسلے میں فہم و نظر کے اختلاف کی وجہ سے ہیں۔ چنانچہ نیتوں، دماغوں اور اخذ و استنباط کی استعداد میں اختلافات کی بناء پر یہ اختلافات پیدا ہوئے۔ اور جیسا جیسا وقت گزرتا گیا ان اختلافات کی حدت زیادہ ہوتی گئی۔ نیز سیاسی محرکات، تعلیمات اور ذاتیات نے ان اختلافات کے شعلوں کو اور بھڑکایا۔

اس سے آج کون انکار کرے گا کہ موجودہ حالات میں مختلف مذاهب اسلامیہ کو ایک دوسرے سے قریب لانا ایک ایسی خواهش هے ' جو هر اس شخص کے دل میں جسے امت کی وحدت اور اس کا اتحاد عزیز هے ، موج زن هے - اگرچہ مذاهب اسلامیہ کے ایک دوسرے سے قریب آنے سے اس وقت جو اختلافات هیں وہ همیشہ کے لئے ختم نہیں هوں گے اور فہم و ادراک اور اخذ و استنباط میں تفاوت کی وجہ سے جزئیات و فروع میں اس طرح کے ایک حد تک اختلافات موجود رهیں گے - لیکن اس سلسلے میں هم یہ چاهتے هیں کہ یہ اختلافات صرف اسی دائرہ فکر تک محدود رهیں ' اور انہیں سیاسی ' فرقہ وارانہ اور گروهی اغراض کے لئے استعمال نہ کیا جائے -

باقی رها یہ کہ مذاهب اسلامیہ کو ایک دوسرے سے قریب لانے کے لئے کیا اقدامات هوں ' ڈاکٹر شرباصی نے بتایا کہ اس بارے میں تو بعض اقدامات عملاً کئے بھی جا چکے هیں، مثلاً جامعہ ازهر کے لئے آئین کے تحت مجمع البحوث الاسلامیہ تشکیل کیا جا چکا هے ' جس کے پیش نظر یہی مقصد هے - اس مجمع کے زیر اهتمام ایک مؤتمر بھی هوئی جس میں ۳۴ ملکوں کے علمائے مسلمین شریک هوئے لیکن مجھے یہ اندیشہ هے کہ مجمع کی ان مؤتمروں کی کاروائیاں کہیں محض علمی بحث و تمحیص بن کر نہ رہ جائیں - میرا خیال هے کہ ایک مؤتمر اسلامی صرف مذاهب اسلامیہ کو ایک دوسرے سے قریب لانے کی غرض سے منعقد کرنی چاهئے اور اس کے سوا اس کا اور کوئی مقصد نہیں هونا چاهیئے - اس مؤتمر کا پہلا کام یہ هو کہ وہ مذاهب اسلامیہ کو ایک دوسرے سے قریب لانے کا ایک تحقیقی راستہ متعین کرے، جس سے کہ اسلام کے اصول و مبادی کو بھی کسی قسم کا گزند نہ پہنچے ' اور وہ راستہ تمام مسلمانوں کے لئے خیر و برکت کا باعث بھی هو -

شیخ محمد زکریا البردیسی استاد الشریعۃ جامعہ ازهر نے اس سلسلے میں اظہار رائے کرتے هوئے کہا کہ مذاهب اسلامیہ کو ایک دوسرے سے قریب لانا ممکن هے ' بلکہ موجودہ حالات نے تو اس چیز کو همارے لئے حتمی بنا دیا هے - کیا یہ واقعہ نہیں کہ تمام مذاهب کا مرجع کتاب و سنت هے ، اور یہ

جو لوگوں میں بعض فقہی مسائل کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے، تو اس کا سبب ان کا فہم و ادراک کا باہمی اختلاف ہے۔

شیخ موصوف نے فرمایا کہ میں ذاتی طور پر ان لوگوں میں سے ہوں جو مذاہب اسلامیہ کو ایک دوسرے سے قریب لانے کے داعی ہیں۔ خود ہمارے ہاں احوال شخصیہ (پرسنل لا) کے بارے میں جو نئے قوانین مرتب ہوئے ہیں ان میں ہم نے وارث کے لئے وصیت کا حق تسلیم کیا ہے۔ یہ بات ہم نے شیعہ مذہب سے لی ہے۔ اس ضمن میں چاروں مذاہب فقہ کو جو وارث کو وصیت کرنے کا حق نہیں دیتے، نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اور یہ لوگوں کے مصالح کے پیش نظر اور مسلمانوں کے فائدے کے لئے کیا گیا ہے۔ لیکن ساتھ یہ بھی ملحوظ رہا ہے کہ کتاب اللہ اور سنت نبوی کے مقرر کردہ حدود سے باہر نہ نکلیں۔

جامعہ ازہر کے کلیۃ الشریعۃ کے استاد شیخ عبد العال عطا کی رائے میں ایسے امور سے عہدہ برآ ہونے کے لئے حقیقت پسندی کی ضرورت ہے۔ اور اگر اس بارے میں جذبات سے کام لیا گیا۔ تو اس سے مزید دشواریاں پیدا ہوں گی اور تمام محنت ضائع جائے گی۔ موصوف کے نزدیک مذاہب اہل سنت کو تو ایک دوسرے سے قریب لانا ممکن ہے۔ کیونکہ ان کے اصول عقائد میں ایسی چیزیں پہلے سے موجود ہیں۔ مثال کے طور پر ایک مسئلہ ''مراعاۃ الخلاف'' کا ہے اور وہ یہ کہ اختلاف کو زیادہ بڑھنے سے روکنے کے لئے ایک فریق دوسرے فریق کی رائے کو تسلیم کر لے۔ اہل سنت کے اصول مذاہب میں سے یہ ایک اصول ہے۔ اس کے ساتھ ہی دوسرا اصول یہ ہے کہ کسی فقہی اختلاف کے متعلق قاضی کا فیصلہ قول فیصل کا حکم رکھتا ہے۔ اور مدعی اور مدعا علیہ دونوں کو اسے ماننا ضروری ہے اس کے برعکس اہل سنت اور شیعہ کے درمیان جو اختلاف پایا جاتا ہے اس کا نہ انکار ہو سکتا ہے اور نہ اس سے تجاہل برتا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ اختلاف عقائد کا اختلاف ہے۔ مثلاً اہل سنت قیاس و اجماع کو مانتے ہیں اور شیعہ سرے سے اس اصول کا انکار کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان دونوں میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں

جو انہیں ایک دوسرے سے قریب لانے کی تمام کوششوں کو ناکام بنا دیں گی -

ہفت روزہ '' المصور '' کے اسی شمارے میں ایک خاتون نائلہ علوبہ نے ایک مختصر سا مضمون لکھا ھے - جس کا عنوان ھے '' مذاھب اسلامیہ کو ایک دوسرے سے قریب لانے کی ایک عملی مثال '' - اس کے بعد موصوفہ نے یہ سوال پوچھا ھے :— '' باپ کے ترکے کی بیٹیاں کیوں وارث نہ ھوں ؟ '' -

قاھرہ میں خاندانی مسائل پر بحث و تمحیص کے لئے ایک مؤتمر ھوئی تھی ' جس میں محترمہ نائلہ علوبہ نے یہ سوال اٹھایا کہ ایک باپ کا انتقال ھو جاتا ھے - اور وہ اپنے پیچھے صرف بیٹیاں چھوڑ جاتا ھے محترمہ کا مطالبہ یہ تھا کہ جس طرح باپ کی موت کے بعد اس کی اولاد ذکور اس کے ترکے کی وارث ھوتی ھے اسی طرح اس صورت میں مرنے والے باپ کی بیٹیاں اس کے ترکے کی وارث ھوں - محترمہ کا کہنا یہ تھا کہ ایسے حالات میں بیٹوں سے کہیں زیادہ مرنے والے باپ کی بیٹیاں اس کے ترکے کی محتاج ھوتی ھیں - اس لئے بجائے اس کے کہ متوفی کا ترکہ اس کے دوسرے اقارب کو ملے ، یہ سارے کا سارا اس کی بیٹیوں کو ملنا چاھئے - اب مذھب شیعہ میں تو یہ معمول بہ ھے ' لیکن اھل سنت کے ھاں نہیں -

اس سوال کے پیش نظر محترمہ نائلہ علوبہ نے احوال شخصیہ (پرسنل لا) کی قوانین کی کمیٹی کے سامنے اس کے متعلق جو یاد داشت پیش کی اس کا ترجمہ یہاں دیا جا رہا ھے -

قرآن مجید کا خصوصی امتیاز یہ ھے کہ وہ ایک مقدس کتاب ھے - جس نے کہ عبادات اور معاملات پر بحث کرتے ھوئے صرف اصول پیش کئے ھیں اور ان کی تمام تفصیلات اجتہاد پر چھوڑ دی ھیں- یہ اجتہاد چار صدیوں تک بروئے کار رھا - اور اس کا ماحصل فتوؤں ' کتابوں اور فقہی مباحث کی شکل میں موجود ھے - اس کے علاوہ قرآن مجید کی تعلیمات اور اس کے اوامر و نواھی اپنے تمام اجزاء میں اتنے متوازن ھیں کہ ان میں کیا بلحاظ نفس بحث کے اور کیا بلحاظ تفصیل کے کہیں افراط تفریط نہیں -

اب واقعہ یہ ھے کہ قرآن مجید میں وراثت کے احکام کے دوسرے احکام کی طرح صرف اصول بیان ھوئے ھیں اور تفصیلات کے لئے اجتہاد کا دروازہ کھلا

چھوڑ دیا گیا ہے ۔ بیشک اجتہاد میں شرط یہ ہے کہ اصل اصول کی خلاف ورزی نہ ہو چنانچہ اس بارے میں شارحین نے اجتہاد کیا اور وہ برابر اجتہاد کرتے رہے ہیں۔ اور انہوں نے مصالح عامہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے احکام وراثت کی تفسیر و تشریح کی ہے - جیسا کہ مورث کو اس امر کی اجازت دی گئی کہ وہ اپنے مال میں سے ایک تہائی میں بغیر وارثوں سے اجازت لئے تصرف کر سکتا ہے ۔ اس سلسلے میں مذاہب اسلامیہ میں سے ایک مذہب اور وہ مذہب شیعہ ہے ' اپنی فقہ میں اس فیصلے پر پہنچا ہے کہ اگر مورث کی صرف ایک یا ایک سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو وہ اپنے متوفی باپ کے تمام ترکے کی وارث ہوں گی۔ اور متوفی کے اقارب کو کچھ نہیں ملے گا اس کے ہرگز یہ معنی نہیں کہ اگر بیٹے اور بیٹیاں دونوں موجود ہوں تو وہ وراثت میں برابر برابر حصے کے مستحق ہوں گے - کیونکہ للذکر مثل حظ الانثیین '' (لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ ملے) قرآن مجید کی واضح نص ہے ۔

اب بعض معترض یہ کہیں گے کہ مذہب شیعہ ہمارے ملک میں معمول بہ نہیں - لیکن کیا یہ واقعہ نہیں کہ مذہب شیعہ بھی ایک اسلامی مذہب ہے اور ہماری وزارت اوقاف نے اس کا اقرار و اثبات کیا ہے ۔ اس کی نگرانی میں ایسی کتابیں شائع کی گئی ہیں جو اس قدیم مذہب کی حقیقت کو واشگاف کرتی ہیں - اور اس مذہب اور اس کے عقیدے کے بارے میں ذہنوں میں جو غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں ان کو دور کرتی ہیں - پھر یہ مذہب وہ مذہب ہے جسے وطن عربی کا ایک کافی بڑا حصہ مانتا ہے ۔ اور اس کو سمجھنے اور اس کے اصول جاننے کی کوشش عربوں کی وحدت کی تحریک کے لئے مفید ہے -

اس ضمن میں یہ بھی ملحوظ رہے کہ مذہب شیعہ اپنی فقہ میں قرآن مجید میں وارده اصول تشریع پر حدیث سے زیادہ زور دیتا ہے ۔ اور اس کے باوجود اس کے ہاں یہ طے شدہ بات ہے کہ اگر متوفی کی صرف ایک یا ایک سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو وہ متوفی باپ کے ساری کے ساری ترکے کی وارث ہوں گی ۔

مذہب شیعہ اپنے اکثر فقہی مسائل میں اہل سنت کے مذاہب اربعہ سے متفق ہے ۔ آخر اس میں کیا حرج ہے اگر ہم بیٹیوں کے متوفی باپ کی وارث ہونے کے بارے میں شیعی فقہ کے اس مسئلے کو اختیار کر لیں -